خودکشی کی مذمت اسلامی تناظر میں

ڈاکٹر حافظ ظفر حسین* محمد ناصر**

ABSTRACT:

Suicide in Islamic Perspective

The given article is about suicide in Islamic perspective. Condemnation of sucide and consequence of this act in the hereafter have been discussed. Being an unforgivable sin, it is strictly prohibited according to Islamic teachings. No doubt, man is facing numerous problems now-a-days, but even in these circumstances, suicide is totally against the teachings of Islam. Arguments from the *Qur'┐ n* and *Had┘ th* have been mentioned regarding suicide as being unlawful.

Key Words: *Suicide; Islam; Qur'┐ n; Had┘ th.*

کوئی بھی انسان اس دنیا میں اپنی مرضی سے نہیں آتا اور نہ اس دنیا میں آنے کیلئے اپنے ماں، باپ، اپنی پیدائش کی جگہ، تاریخ، سنہ یا وقت کا انتخاب کر سکتا ہے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق ان سب چیزوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ انسان کو اپنے خونی رشتوں کے اختیار میں کوئی ادنیٰ سا بھی دخل نہیں تھا۔ البتہ بالغ ہونے کے بعد سے لیکر موت تک کی زندگی میں انسان کسی حد تک با اختیار ہو جاتا ہے، وہ بھی اس حد تک کہ وہ زندگی کے میدانوں میں اپنی جگہ بنانے کیلئے جدوجہد کرتا ہے۔ انسان اپنے اوقات میں اپنے اپنے انداز سے نیکی اور برائی کا انتخاب کرتا رہتا ہے۔ زندگی کی سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ وہ کس لمحہ میں اپنے حال اور مستقبل قریب اور بعید کے بارے میں کیا کیا فیصلہ کرتا ہے، اسی سے اس کا نامۂ اعمال اور ڈیٹا بھرتا رہتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ حقیقت اس طرح ارشاد فرمائی گئی:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾[1]

﴿وہ اللہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھیں آزمائیں کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور وہ غالب ہے بخشنے والا ہے﴾

پیدائش کی طرح موت بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں رکھی گئی۔ عام طور پر کوئی بھی انسان اپنی موت کی جگہ، وقت یا تاریخ وغیرہ کا انتخاب نہیں کر سکتا ہے، نہ اس کے قریبی لواحقین بلکہ سب ہی اس کی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب موت کا یقینی وقت آجاتا ہے تو پھر وہ ٹلتا نہیں۔ آخری سانس نکلتے ہی رواں دواں زندگی یکدم ٹھہر جاتی ہے اور آدمی ناش میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

موت کا وقت مقرر ہے

قرآن کریم میں موت کے مقررہ وقت کے متعلق ارشاد ہے:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج پشاور

** لیکچرر، شعبۂ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج، پشاور

﴿ہم نے جو کچھ تمھیں دیا ہے اس میں سے (جہاں خرچ کرنا چاہئے وہاں) اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ موت تم میں سے کسی کے پاس آن کھڑی ہو پھر وہ کہے کہ اے میرے پروردگار آپ نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دیدی کہ میں صدقہ خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ ہر گز کسی جان کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتا ہے﴾[2]

یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر انسان اپنے وقت پر دنیا سے جاتا ہے اسی لئے متکلمین نے عقائد اسلام اور علم کلام کی کتابوں میں یہ بات عقیدہ اور نظریے کے طور پر ذکر کی ہے کہ قاتل جب مقتول کو قتل کرتا ہے تو مقتول کی موت اپنے مقررہ وقت پر ہی آتی ہے۔ عقائد کی کتابوں میں باقاعدہ یہ نظریہ اس عنوان سے بیان کیا گیا ہے "والمقتول میت بأجلہ" یعنی مقتول اپنے وقت پر مرتا ہے۔[3]

قاتل اگرچہ گناہگار, مستحق سزا اور مجرم ہوتا ہے۔ نیز اس کے اس فعل پر قتل کے سارے احکام جاری ہوتے ہیں، لیکن مقتول قاتل کے مرنے سے نہیں مرتا بلکہ وہ اپنے مقررہ وقت پر دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوتا ہے البتہ قاتل نے اپنے زعم کے مطابق مقتول کی زندگی یہ سمجھ کر ختم کی تھی کہ یہ ابھی اور زندہ رہے گا تو اس کے اس اختیاری فعل پر دنیا اور آخرت میں قتل کے احکام جاری ہوتے ہیں اور وہ اپنے فعل بد کے نتائج برداشت کرتا ہے، البتہ بعض علماء نے یہ تفصیل بھی ذکر کی ہے کہ ایک تقدیر مبرم ہوتی ہے اور دوسری تقدیر معلق، تقدیر مبرم تو تبدیل نہیں ہوتی البتہ تقدیر معلق میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔[4]

پوری انسانیت کا قاتل کون

انسانی جان کی اسی حُرمت کے پیش نظر اسلام نے کسی انسانی جان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے اور اسے زندہ رکھنے کی ہر کوشش کو پوری انسانیت کا احیاء قرار دیا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿جس شخص نے کسی شخص کو ناحق قتل کیا یا زمین میں فساد پھیلایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی جان کو زندہ کیا (جان بچانے کی کوشش کی) تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا﴾[5]

اسی لیے قرآن حکیم نے کسی مسلمان کو قتل کرنے کی مذمت اتنے سخت الفاظ میں بیان کی ہے کہ ان جیسے الفاظ دوسرے گناہوں کے بارے میں کم ہی استعمال کیے ہیں۔ ارشاد ہے: ﴿اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اللہ نے اس پر لعنت کی اور اللہ نے اس کے لئے عذابِ عظیم تیار کیا ہے﴾[6]

یہ آیت اگرچہ دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے عموم کے ساتھ یہ الفاظ خود کشی کرنے والوں کو شامل ہے کہ خود کشی کرنے والے نے ایک مسلمان جان (اپنی جان) کو جان بوجھ کر ہلاک کیا جبکہ اسے اس کا اختیار نہیں دیا گیا تھا۔

شریعت اسلامیہ میں قتل تو ویسے بھی سنگین جرم ہے لیکن زمانہ کے حوادثات سے مجبور ہو کر اپنی زندگی کا ختم کرنا یہ اس سے بھی سنگین جرم ہے کیونکہ انسان اس حد تک حالات سے مجبور ہو کر اور اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوس ہو کر پہنچتا ہے اور اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾[7] یعنی ﴿اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، سوائے کافروں کے اور کوئی مایوس نہیں ہوتا﴾۔

جبکہ اللہ رب العزت نے انسانوں کو اس سے منع کیا ہے کیونکہ انسان کی جان اس کی اپنی نہیں ہے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرتا پھرے بلکہ یہ جان اللہ رب العزت کی امانت ہے کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ کی ذات ہے اور دنیا انسان کے لیے دارالامتحان ہے۔

موت وحیات کی کشمکش

موت وحیات کی یہ کشمکش انسان کے امتحان کا ذریعہ ہے اس لیے اللہ رب العزت نے انسان کو اپنے نفسوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اور (آپس میں) ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اور جو کوئی سرکشی اور ظلم سے ایسا کام کرے گا ہم عنقریب اسے آگ میں داخل کر دیں گے﴾[8]

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، کیونکہ دوسرے مسلمان کا قتل اپنے ہی قتل کے مترادف ہے۔

۲۔ گناہوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا نہ کرو۔

۳۔ جن لوگوں سے لڑنے کی طاقت نہ ہو ان سے لڑنا بھی اپنے آپ کو قتل کرنے کی طرح ہے۔

۴۔ غصے یا تکلیف میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو قتل (خودکشی) نہ کرو، اور یہ قول ابو القاسم بلخی کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "إنه نهى الإنسان عن قتل نفسه في حال غضبه"۔[9]

جبکہ صاحب محرر الوجیز نے اس پر مفسرین کا اتفاق نقل کیا ہے کہ اس میں وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُم سے مراد ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا ہے لیکن خودکشی کی ممانعت بھی اس کے ضمن میں داخل ہے وہ فرماتے ہیں: "فأجمع المتأوّلون أن مقصد الآية النهي عن أن يقتل بعض الناس بعضها ثم لفظها يتناول أن يقتل الرجل نفسه بقصد منه للقتل"۔[10]

زہر کھانے کی ممانعت

اس کے علاوہ محدثین کرام نے اس عنوان پر اپنی کتابوں میں مستقل ابواب قائم کئے ہیں اور ان ابواب کے تحت خودکشی کی ممانعت کا ذکر کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الطب کے تحت باب شرب السم کا عنوان قائم کیا ہے اور ایسی دوا کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے کہ جس سے جان کے ختم ہونے کا خطرہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

> جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مارا وہ ہمیشہ جہنم میں ہو گا اور اوپر سے گرتا رہے گا اور جس نے زہر چاٹ کر اپنے آپ کو مارا تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہو گا اور تاقیامت چاٹتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہو گا اور جس نے کسی تیز دھاری دھار چیز سے اپنی جان لی وہ دھاری والی چیز اس کے ہاتھ میں ہو گی تاقیامت وہ دھاری والی چیز گھونپتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔[11]

جبکہ امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں ایک دوسری حدیث حضرت حسن بصریؒ سے نقل فرمائی ہے۔ وہ یہ حدیث حضرت جندبؓ سے نقل فرماتے ہیں (جسے نہ تو ہم بھولے اور نہ حضرت جندبؓ کے متعلق جھوٹ کا امکان ہے) وہ فرماتے ہیں: "كان برجل جراح فقتل نفسه فقال الله بدرني عبدي بنفسه حرمت عليه الجنة" یعنی "ایک آدمی کو زخم تھا جس سے تنگ ہو کر اس نے خودکشی کر لی اللہ رب العزت نے فرمایا! میرے بندے نے مجھ سے جلدی کی اس لیے میں نے اس پر جنت حرام قرار دی"۔[12]

اسی طرح ایک روایت جو امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں ذکر کی ہے کہ ایک شخص بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ شخص جنتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جہنمی ہے، اتنے میں اسے زخم آئے اور اُس نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خودکشی کر لی۔[13]

خودکشی کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا

لیکن اس گناہ کا مرتکب کافر نہیں ہو گا بلکہ گنہگار کہلائے گا اور امام مسلمؒ نے تو اس پر ایک مستقل حدیث بھی ذکر ہے کہ خودکشی کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا فرماتے ہیں:

> جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو (قبیلہ دوس سے تعلق رکھنے والے) حضرت طفیل بن عمرو الدوسیؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی آیا۔ مدینہ آکر یہ لوگ بہت سی تکالیف میں مبتلا ہو گئے وہ شخص زیادہ بیمار ہو گیا گھبرانے کی وجہ سے اس نے تیر کے ساتھ اپنے ہاتھوں کی رگوں کو کاٹ دیا جس سے خون جاری ہو گیا اور اسی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت طفیل بن عمروؓ نے اسے خواب میں دیکھا کہ اس کی حالت اچھی ہے لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپا رکھا ہے۔ حضرت طفیل بن عمروؓ نے پوچھا کہ اللہ رب العزت نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب میں کہا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی وجہ سے مغفرت و بخشش کا معاملہ کیا گیا۔ حضرت طفیل بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اپنے ہاتھ چھپا رکھے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اپنے بدن کا جو حصہ تم نے خراب کیا ہے ہم وہ درست نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل بن عمروؓ نے آکر حضور ﷺ کو یہ خواب سنایا تو آپؐ نے دُعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما دیجئے۔[14]

خودکشی کا حکم

جو شخص خودکشی کرتا ہے اس کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ اس گھناؤنے جرم کے ذریعہ جو انسان اپنی زندگی کا خاتمہ کرے یا اپنی زندگی مٹانے کی کوشش کرے لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو۔ ان دونوں کے حکم میں فرق ہے۔ جو شخص اس نامناسب حرکت کے ذریعہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرتا ہے، تعزیراً علاقہ کے مقتداء و پیشوا اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں تا کہ ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو اور نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل بھی یہی ہے۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز میں بحوالہ حضرت جابر بن سمرہؓ یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: "أتي النبي ﷺ برجل قتل نفسه بشاقص فلم يصل عليه"۔[15] اسی حدیث کی تشریح میں علامہ سنوسیؒ نے لکھا ہے: "وينبغي لأهل الفضل أن يجتنبوا الصلاة على المبتدعة، ومظهري الكبائر، ردعاً لأمثالهم".[16]

علامہ کشمیریؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فیض الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

لا يُصلِّي عليه العلماء، ومَنْ صار مُقْتَدىً للناس - بالفتح - وهكذا قاتل الوالدين والباغي، لأنه لم يبق من تعزيرِهم عندنا شيءٌ غير الصلاة.[17]

لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جنازہ ہی نہیں پڑھا جائے گا۔ جنازہ تو پڑھا جائے گا لیکن وہ حضرات جو امت کے لیے پیشوا و مقتدیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں وہ اس میں شرکت نہیں کریں گے اور یہ تعزیراً ہے۔ اسی حدیث کی وجہ سے خودکشی کرنے والے کے حکم کے متعلق فقہاء کرام کی دو رائے ہیں:

۱۔ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور یہ قول عمر بن عبد العزیزؒ، امام اوزاعیؒ کا ہے

۲۔ نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور یہ رائے جمہور فقہاء کی ہے جن میں امام نخعی، قتادہ، امام مالک اور امام شافعی شامل ہیں۔

اور اس کی تائید سنن نسائی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں یہ نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: "ان رجلاً قتل نفسه بمشاقص فقال رسول اللّٰه ﷺ اما انا فلا اصلى عليه" یعنی "ایک شخص نے تیر کے ذریعہ اپنے آپ کو قتل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس کا جنازہ نہیں پڑھوں گا "۔[18] آپؐ کا جنازہ پڑھانے میں اور کسی اور کے جنازہ پڑھانے میں واضح فرق ہے اس لیے کہ آپؐ کا جنازہ پڑھانا یقیناً بخشش کا ذریعہ ہے اور اگر خودکشی کی کوشش کی اور زندہ بچ گیا تو وہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اس کے لیے اسے اللہ رب العزت سے مغفرت و بخشش طلب کرنے کی ضرورت ہے۔

خودکشی کا اقدام کرنے والے کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟

جو شخص بھی اس قبیح جرم کا مرتکب ہو گا اور پھر وہ بچ جائے تو اسے توبہ کرنا ضروری ہے اور اللہ رب العزت اس کی توبہ قبول بھی فرمائیں گے اس لیے کہ توبہ کی قبولیت کا وقت تادم مرگ ہے۔ جب ایک کافر جو ساری زندگی منکرات میں گزار دیتا ہے اور اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں تو ایک مسلمان جو اس سے ادنیٰ درجے کے گناہ کا مرتکب ٹھہرا ہے توبہ کے نہ قبول ہونے کا حکم لگانا اہل سنت و الجماعت کے عقیدے کے مخالف ہے۔ اصح قول یہی ہے کہ توبہ قبول کی جائے گی اور تمام فقہاء نے اس کے لیے اصل در المختار کی اس عبارت کو بنایا ہے: "اما لو جرح نفسه وبقى حيا اياما مثلا ثم تاب ومات

فينبغي الجزم بقبول توبته ولو كان مستحلاً لذلك الفعل"۔[19]

نہ صرف یہ کہ اس کی توبہ قبول ہوگی بلکہ اگر مر جائے تو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی جائے گی، فتاویٰ قاضی خان میں ہے: "اذا قتل نفسه يغسل ويصلي"۔[20]

اگرچہ فقہاء کا اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی توبہ قبول ہوگی کہ نہیں؟ بعض فقہاء عدم قبولیت کے قائل ہیں اور بعض فقہاء قبولیت کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کافر توبہ کر کے اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی توبہ اللہ رب العزت قبول کرتا ہے حالانکہ کفر بنسبت خودکشی کے بڑا گناہ ہے تو خودکشی کا اقدام کرنے والے کی توبہ بطریقۂ اولی قبول ہوگی ورنہ تو اہل سنت والجماعت کے مسلک کی مخالفت لازم آئے گی۔

خودکشی کی مذمت اور اس کا عذاب

صحیح بخاری کے نامور شارح حافظ ابن حجرؒ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ خودکشی کی یہ وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خودکشی کرنے والے کیلئے آخرت میں متعین کی ہے البتہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی بناء پر اسے معاف فرمادیں یا اس عذاب میں تخفیف فرمادیں تو یہ ان کی رحمت ہے۔[21] کیونکہ اللہ تعالیٰ کفر اور شرک کی تو مغفرت نہیں کرتے لیکن دوسرے گناہ اگر وہ چاہیں، معاف فرمادیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ﴿بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کیلئے چاہتا ہے معاف کر دیتا، اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ ایسا بہتان باندھتا ہے جو بڑا زبردست گناہ ہے﴾[22]

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں کتاب الایمان قائم کر کے احادیث صحیحہ جمع فرمائی ہیں, اس میں آپ نے ایک باب یوں قائم کیا ہے: "باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وإن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار" یعنی "یہ باب اس حقیقت کو بیان کرنے کیلئے ہے کہ انسان کا اپنے آپ کو قتل کرنا حرام ہے اور جو شخص جس طریقہ سے خودکشی کرتا ہے جہنم میں اسی طریقہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا"۔[23] امام مسلمؒ ایک حدیث ذکر کرتے ہیں:

> پرانے لوگوں میں ایک آدمی تھا جسے پھوڑا نکل آیا، اس پھوڑے نے اسے بہت اذیت پہنچائی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اس نے اپنے آپ کو چیرا تو خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو آپ کے پروردگار عزوجل نے فرمایا میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔[24]

اس کے بعد صحیح مسلم میں باب قائم کیا گیا" باب الدليل على أن قاتل نفسه لا يكفر"۔[25]

امام مسلمؒ کی کتاب صحیح مسلم میں قائم کردہ ان دونوں عنوانات اور گذشتہ حدیث سے واضح ہے کہ خودکشی ممنوع ہی نہیں بلکہ حرام ہے البتہ خودکشی کرنے والا مسلمان گناہگار تو ہے لیکن کافر نہیں، اور اللہ تعالیٰ کافر کی مغفرت نہیں کرتے اور کفر و شرک کے علاوہ جس کیلئے چاہتے ہیں معاف فرمادیتے ہیں۔

سنن ابی داؤد میں امام ابو داؤدؒ نے کتاب الجنائز میں باب قائم فرمایا ہے کہ امام خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھائے

یا نہ پڑھائے؟ اس باب میں امام ابو داوؒد نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے نسبتاً تفصیل کے ساتھ ایک حدیث ذکر فرمائی ہے:

> ایک شخص کے انتقال کی اطلاع رسول اللہ کو دی گئی تو آپ نے خبر دینے والے سے فرمایا کہ تمہیں کیسے علم ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس نے تیروں کی دھار سے اپنے آپ کو ذبح کر دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم نے خود دیکھا ہے انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں میں نے خود دیکھا ہے، رسول اللہ نے فرمایا کہ (اگر اس نے خودکشی کی ہے) تو پھر میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔[26]

سنن ابی داوٗد کے شارح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ قدّس اللہ سرّہ نے اس کی شرح" بذل المجھود" میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ نے نماز جنازہ خود نہیں پڑھائی لیکن آپ نے لوگوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے نہیں روکا، اس لئے وہ علماء جو قوم کے لئے پیشوا اور مقتدا کی حیثیت رکھتے ہوں تو وہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہ پڑھیں (تاکہ لوگوں کو عبرت ہو) تو بہتر ہے البتہ عام مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ مسلمان کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے خواہ مسلمان فاسق گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔[27]

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں بھی خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے یہی مؤقف اختیار کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔[28]

نتائج

۱۔ خودکشی کرنا حرام ہے۔

۲۔ خودکشی کرنا والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے لیکن دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔

۳۔ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ جائز ہے۔ لیکن متقی پرہیزگار اور دین دار لوگوں کو شرکت نہیں کرنی چاہیے تاکہ اس جرم کی حوصلہ شکنی ہو۔

۴۔ جو مسلمان اقدام خودکشی کے بعد زندہ بچ جائے اور توبہ کرلے تو اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔

۵۔ خودکشی کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

حواشی وحوالہ جات

---

[1] القرآن الکریم, سورۃ الملک ۶۷ : ۲

[2] القرآن الکریم, سورۃ المنافقون ۶۳ : ۱۰،۱۱

[3] التفتازانی، العلامہ سعد الدین. شرح العقائد النسفی. ط: قدیمی کتب خانہ,ص ۹۲

[4] عسقلانی,ابن حجر. فتح الباری شرح صحیح البخاری. ط: 1379ھ,دار المعرفہ, بیروت, باب ماذکر عن بنی اسرائیل, ۶/ ۵۰۰

[5] القرآن الکریم, سورۃ المائدۃ ۵ : ۳۲

[6] القرآن الکریم،سورۃ النساء ۴ : ۹۲

[7] القرآن الکریم، سورۃ یوسف 12: ۸۷

[8] القرآن الکریم، سورۃ النساء ۴ : ۲۹-۳۰

[9] شفیع، مفتی محمد. معارف القرآن. ط: ادارۃ المعارف، کراچی، ۲/۳۸۱؛ البخاری، محمد بن اسمعیل. صحیح البخاری. ط۳: ۱۴۰۷ھ، دار ابن کثیر، الیمامہ، کتاب الجنائز باب ماجاء فی قاتل النفس؛ طبرسی، ابو علی فضل بن حسین. مجمع البیان فی تفسیر القرآن. ط: 1997ء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۳/۵۲

[10] الاندلسی، ابوعبد الحق بن غالب. المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز. ط: 2001ء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲/۴۲

[11] صحیح البخاری، کتاب الطب، باب شرب السمّ والدواء ومایخاف منہ والخبیث

[12] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قاتل النفس

[13] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر

[14] ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک. شرح صحیح البخاری. مکتبۃ الرشید السعودیہ، الریاض، ۳/۳۴۹

[15] صحیح مسلم. کتاب الجنائز، باب ترک الصلاۃ علی القاتل نفسہ

[16] السنوسی محمد بن محمد بن یوسف. صحیح مسلم مع شرحہ إکمال إکمال المعلم. دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۳/ ۳۹۷

[17] کشمیری، انور شاہ. فیض الباری شرح البخاری. ط1: 2005ء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، باب ماجاء فی قاتل النفس، ۳/۵۷

[18] سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب ترک الصلوۃ علی من قتل نفسہ

[19] ردالمختار علی درالمختار، ۱/۶۴۳

[20] فتاویٰ قاضی خان، ۱/۹۰

[21] فتح الباری ۲۲۷-۲۲۸/۳

[22] القرآن الکریم، سورۃ النساء ۴:۴۸

[23] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان

[24] محولہ بالہ

[25] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن قاتل نفسہ لایکفر

[26] سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الإمام لایصلی علی من قتل نفسہ

[27] بذل المجہود، ۴/۲۰۲

[28] ردالمختار علی الدر المختار، ۲/۲۱۲